# نظام احتساب اور حقوق انسانی۔اسلام کے آئینے میں

پروفیسر گل قدیم جان

اسسٹنٹ پروفیسر وینسم کالج گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

قرآن کریم اپنا ایک مؤثر نظامِ مسئولیت واحتساب رکھتا ہے جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں بلکہ اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے اُسے یہ بات بتلادی گئی کہ اس سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ولتسئلن عما کنتم تعملون .(۱) ''اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے ہو۔''

ان السمع والبصر والفؤ اد کل اولیٔک کان عنہ' مسئولاً .(۲) ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی پوچھ ہوگی''۔

جب یہ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کا تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہو تو حکمران یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کر دیں چاہے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو مسئولیت اور احتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کر سکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے۔ کیونکہ اختیاراتِ حکمرانی اس کے پاس مقتدرِ اعلیٰ کی مقدس امانت ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا محاسبہ ہوگا، جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کر سکتا اس طرح معاشرے کے دیگر افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے اور اگر کوئی دوسرے کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کی بناء پر گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کو جاننے کے لئے ہم اس پر سلسلہ وار روشنی ڈالتے ہیں۔

| نمبر شمار: | ذیلی عنوانات: |
| --- | --- |
| ۱: | مسئولیت واحتساب بذریعہ عوام |
| ۲: | مسئولیت واحتساب بذریعہ عدالت |
| ۳: | مسئولیت واحتساب آخرت |
| ۴: | مراجع ومصادر |

## مسئولیت واحتساب بذریعہ عوام:

قرآن پاک میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے انصاف قائم کرنا اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے انصاف ایک ایسا اصول اور گُر ہے جو معاشرے کے لئے سکون اور امن کا ضامن ہے اور جس معاشرے میں لوگوں کے حقوق دوسروں کی دست درازیوں

سے محفوظ نہ ہوں وہ معاشرہ کسی صورت میں بھی پر سکون نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ قرآن پاک نے انصاف کا درس دے کر دوسرے لفظوں میں یہ درس دیا ہے کہ خود بھی دوسروں کے حقوق کی پاس داری کریں اور حقوق کی پامالی کرنیوالوں کو بھی حقوق کے تحفظ پر مجبور کریں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یایھا الذین امنوا کونوا قوٰمین بالقسطِ. (۳) ''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔''

قرآن کریم کا اعلان عام ہے کہ اے وہ لوگو! جو خدائی حاکمیت کو تسلیم کر چکے ہو۔ انصاف پر قائم رہو اس خطاب میں ہر آدمی شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، عدلیہ کا سربراہ ہو یا انتظامیہ کا منتظم یا کوئی عام شہری ہو ہر ایک کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہے۔ اب انصاف پر قائم رہنے کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں۔

''عدل اورانصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کو پورا ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی۔ اس لئے قیام بالقسط کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام ہے جب دونوں فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک طرف کسی کا میلان نہ ہونے دیں۔'' (۴)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دینِ اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکنِ رکین ہے اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے انبیائے کرام کے بعد یہ کام ملتِ اسلامیہ کو سونپا گیا ہے اور ہر فرد کو حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُس کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے اور شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احتساب اور حسبہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ مولانا سید متین ہاشمیؒ نے احتساب کے معنی کو توضیح کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے، احتساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں جبکہ احتساب کے اصطلاحی معنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔'' (۵)

نہی عن المنکر کے بارے میں اگر معمولی سوچ و بچار کی جائے تو یہ کوئی مخفی حقیقت نہیں کہ اگر لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہوں خواہ رعایا کے ہاتھوں، یا حکمرانوں کی طرف سے اور اُن کے خلاف آواز نہ اُٹھائی جائے تو وہ نہی عن المنکر سے روگردانی میں شمار نہ ہوں بلکہ یہ اسلام کے ایک اہم فریضہ سے پہلو تہی کے مترادف ہے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

والعصر ۝ان الانسان لفی خسرٍ ۝الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۝

''قسم ہے زمانہ کی کہ انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور سچے دین کی تاکید کرتے رہے۔ اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

قرآنی احکام پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لئے صرف خود ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہِ حق پر لگانے کی کوشش کرے اگر کوئی فرد انسانوں کے حقوق کی پامالی پر کمر بستہ ہو تو مؤمن کا فریضہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے بلکہ اگر حالات انتہائی درجہ نازک ہوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پرواہ نہ کرے اور اُن کے خلاف بغاوت کردے تو قرآن کریم دوسرے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے مال وجان غارت کرنے والوں کے خلاف تلوار اٹھائیں اور اس وقت تک اُن کے ساتھ لڑیں جب تک وہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی سے باز نہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کریں۔

**فان بغت احد هما علی الا خریٰ فقا تو ا التی تبغی حتی تفئ الیٰ امر اللّٰہ . (۷)**

''اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اُس چڑھائی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر آئے''۔

عوامی مسئولیت واحتساب صرف عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ مملکت کے تمام عمال کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام اس بات کا ہرگز روادار نہیں کہ وہ حکومت کی ذمہ داریاں چند افراد کے ہاتھوں میں دیکر سارا کاروبار مملکت اُن پر چھوڑ دے اور حکمرانوں کو کھلی اجازت دیدے کہ جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ قرآن کریم ملت کے ہر فرد کو ریاستی امور میں دلچسپی لینے کا درس دیتا ہے اور یہ اس کا حق قرار دیتا ہے کہ امیر مملکت اور حکام کے اعمال کا جائزہ لے دکتور عبدالکریم زیدان تحریر فرماتے ہیں کہ ''حکمران کو افراد ہی نے اپنے معاملات کا وکیل بنایا ہوا ہے اور مؤکل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے وکیل کے طرزِ عمل کا جائزہ لے کہ جس کام کے لئے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ اطمینان بخش طریقہ کے مطابق انجام دے رہا ہے یا نہیں۔'' (۸)

حکمرانوں سے پوچھ گچھ اور احتساب ملتِ اسلامیہ کے افراد کا صرف حق ہی نہیں بلکہ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ نہی عن المنکر کے حکم کے تحت ہر فرد کا دینی فریضہ ہے دنیا میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور ﷺ نے اپنے آپ کو عوامی مسئولیت واحتساب کے لئے پیش کیا تھا تو پھر دنیا کے کس حکمران کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عوامی احتساب سے مُبرا اور آزاد ہو۔

غزوہ بدر میں آپؐ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے سواد بن غزیہؓ صف سے کچھ الگ تھے آپؐ نے چوکا دے کر فرمایا۔ سواد برابر کھڑے ہو جاؤ سوادؓ نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وانصاف کے لئے مبعوث کیا ہے پس اجازت دیجئے کہ میں آپؐ سے بدلہ لوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سوادؓ ضرور بدلہ لو سوادؓ فوراً آپؐ کے گلے سے چمٹ گئے اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ (۹)

خلفائے راشدین خصوصاً ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خطبات شاہد ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ اگر وہ کجروی اختیار کریں تو اُن کو سیدھا کریں دراصل خطبات میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنے کا مقصد محض یہ تھا۔ کہ وہ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے کہ

سربراہ مملکت کو سیدھا رکھنا اُن کے فرائض میں شامل ہے۔اس لئے وہ ہر وقت اُسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں کہ وہ کہیں سیدھی راہ سے بھٹک تو نہیں گیا ہے۔ اور اگر حکمران غلط طریقہ کار اختیار کرے تو اس سے پوچھ گچھ کریں انہیں بخوبی علم تھا کہ اقتدار کا نشہ صاحبِ اقتدار کو گمراہ کرسکتا ہے اس لئے اُسے راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے عوامی مسئولیت واحتساب کی موجودگی نہایت ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اولین خطبہ میں فرمایا کہ ''اگر میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دوں تو میری مدد کرنا اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردینا۔''(۱۰)

حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''میں بذاتِ خود حق وصداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لئے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا تاہم جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو۔ ہمارے برخلاف اُسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔''(۱۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عوامی مسئولیت واحتساب کا تصور بنیادی حقوقِ انسانی کا ایک زبردست محافظ ہے عوامی مسئولیت واحتساب کے ہوتے ہوئے حکمرانوں کو رعایا کے حقوق پامال کرنے کی جسارت ہوتی ہے اور نہ عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو دائرہ احتساب سے خارج کرکے اپنے آپ کو بھی تباہ کردیں اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں اور اس طرح وہ حقوق پر دست درازیوں کا دروازہ کھلا رکھیں۔

## مسئولیت واحتساب بذریعہ عدالت:

عام مشاہدے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ بعض لوگ طاقت اور اثر ورسوخ کے نشے میں مخمور ہوکر دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور عوامی مسئولیت واحتساب کو بھی طاقت اور اثر ورسوخ کے بل بوتے پر بے اثر کردیتے ہیں خصوصاً اقتدار کا نشہ عوامی مسئولیت واحتساب کو خاطر میں نہیں لاتا۔ قرآن کریم نے اس غرض کے لئے ایک ایسی عدلیہ کی تشکیل کا انتظام کیا ہے کہ جو دستورِ الٰہی کے قوانین پر فیصلہ کرنے کی بنا پر خاص وعام کے لئے یکساں سلوک وفیصلہ کرنے کی پابندی ہے اور عدلیہ کی اس حیثیت کی بناء پر ایک معمولی شہری اور غریب فرد بھی طاقتور سے اپنا حق بذریعہ عدلیہ وصول کرسکتا ہے یہاں تک کہ امیر مملکت کو عدلیہ کے مقابلہ میں کوئی تحفظ حاصل نہیں امیر وغریب۔ حاکم ومحکوم، طاقتور اور کمزور سب کے سب عدلیہ کے لئے برابر ہیں قرآنِ کریم کا اعلان ہے۔

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسطِ . (۱۲)''اور اگر تو فیصلہ کرے تو اُن میں انصاف سے فیصلہ کر''۔

''آیت کریمہ میں خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے لیکن حکم عام ہونے کی بناء پر ہر صاحبِ فیصلہ اس میں شامل ہے عدلیہ کا ہر ممبر یعنی جج اور چیف جسٹس ہر ایک کو پابندی کو پابند کردیا گیا ہے جب آپ کے پاس مقدمہ آئے تو کوئی چیز آپ کے لئے انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیے تاکہ کسی کا حق غارت نہ ہو قرآن پاک عدلیہ کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ دستورِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اُسے ہرگز اختیار حاصل نہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا راہِ حق سے انحراف کی

طرف لے جاتا ہے۔

**فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل الله . (۱۳)**

''سولوگوں میں انصاف سے فیصلہ کر، اپنے نفس کی خواہش پر نہ چل ورنہ وہ تجھ کواللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا''۔

بعض حالات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان فیصلہ کرتے وقت اپنی خواہش کی پابندی تو نہیں کرتا لیکن دوسروں کی خواہشات کی پابندی کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے جوایک انسانی کمزوری ہے قرآن کریم نے جس طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کو فیصلہ کرنے میں ناجائز اور نامناسب قرار دیا ہے اسی طرح دوسروں کے خواہ وہ کسی پایہ کے لوگ کیوں نہ ہوں خواہشات کی پیروی کرنا بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهوا هم عما جاء ک من الحق . (۱۴)**

''سوتو اُن میں اس کے موافق جواللہ تعالیٰ نے اتارا ہے حکم کر اور سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا چھوڑ کر ان کی خوشی پر مت چل''۔

بعض اوقات بلکہ اکثر ایک انسان کی ناپسندیدگی اور دشمنی فیصلہ کرنے والے کو راہِ حق سے ہٹا دیتی ہے ناراضگی اور دشمنی کی بناء پر اُس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے اور فریق مخالف کی طرفداری کر دیتا ہے اگر چہ فریق مخالف ظالم کیوں نہ ہو اس صورت میں عدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مظلوم کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی کرنا اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کو قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے حقدار کو اپنا حق پہنچنا چاہیے خواہ وہ دشمن کیوں نہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**ولا يجر منكم شنان قومٍ علىٰ الا تعد لوا اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ . (۱۵)**

''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

قرآن کریم کے ان احکامات کی موجودگی میں اسلامی ریاست کی عدلیہ اس امر کی پابند ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی عدل وانصاف سے نہ ہٹے فیصلہ اگر چہ بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور اثر ورسوخ والے کے خلاف کیوں نہ ہوجاتا ہو یہاں تک کہ امیر مملکت کے خلاف بھی ایک عام شہری مقدمہ دائر کرسکتا ہے اور عدلیہ ایک عام شہری کی طرح امیر کو بھی عدالت میں طلب کرسکتی ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اسلامی تاریخی نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ عدلیہ کے سامنے مملکت کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ حاکم ہو یا محکوم کس طرح بے بس ہے نمونہ کے طور پر چند مثالیں درج کی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنی مخذوم ایک زور آور قبیلہ تھا اس سے تعلق رکھنے والی عورت فاطمہ نے چوری کی بنی مخذوم کو یہ بات بڑی ناگوار تھی کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹنا پڑے تو عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے درپے ہوئے آخر کار حضور ﷺ کے خادمِ خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لئے راضی کیا حضرت اُسامہؓ کی بات سنتے ہی حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرُخ ہوگیا اور فرمایا:

"أفی حدِ من حدود اللہ"۔ "کیا خدائی حدود میں، عدالتی فیصلوں میں سفارش"۔

پھر فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اس وجہ سے ہلاک کر دیے گئے کہ وہ اپنے کو بچاتے تھے اور صرف ضعفاء اور غریبوں پر حدود قائم کرتے تھے کسی شان وشوکت والے خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کر دیا جاتا تھا پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

**واللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا .**

"یہ تو بنی مخذوم کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ سے چوری کی غلطی سرزد ہو جاتی۔ تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (۱۶)

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ اُس نے ایک یہودی کو دیکھا۔ کہ وہ حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کر رہا ہے آپؐ نے یہودی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے انکار پر فیصلہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا قاضی سے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے کسی کو ہبہ کی ہے اور نہ فروخت کی ہے قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا یہ زرہ یقیناً میری ہے گو کہ میں امیر المؤمنین کو جھوٹا نہیں کہتا اس پر قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس گواہ ہے گواہ نہ ہونے کی بناء پر قاضی نے فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف اور یہودی کے حق میں دے دیا۔ (۱۷)

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک اس قسم کی عدلیہ کی تشکیل کرتا ہے۔ جس میں ایک عام آدمی مقدمہ دائر کر کے حکومت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو ملزم کے مقام پر کھڑا کر سکتا ہے اور اُن سے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کر سکتا ہے عدلیہ کا یہ اختیار کہ وہ بڑے سے بڑے، آدمی کو طلب کر سکتی ہے اور اس کو مسئول ٹہراتی ہے اور یوں حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک زبردست محافظ کا کام سرانجام دیتی ہے اور ایک مؤثر محتسب کا کام دیگر لوگوں کے حقوق معرضِ خطر میں پڑنے نہیں دیتی۔

## مسئولیت اور احتساب آخرت:

جو شخص اپنی بے بصری کی بدولت یہ سمجھتا ہو کہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے تو اس کے لئے تصور حاکمیت الٰہی، اقتدار کا نیابتی اور امانتی تصور دستور الٰہی، خوف خداوندی جو حقوق انسانی کے لئے بہترین محرکات ہیں سب کے سب بے معنی اور بے اثر ہو جاتے ہیں اور عوامی مسئولیت واحتساب سے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچالیتا ہے قرآن پاک نے آخرت کی مسئولیت واحتساب کا تصور انسانیت کو دیگر حقوقِ انسانی کے تحفظ کے دوسرے محرکات کو بھی قوی سے قوی کر دیتا ہے اور خود بھی ایک زبردست محافظ کی حیثیت سے ہر وقت انسانون کے ذہن واعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ ڈر نہ ہو کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اور آخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ تو دوسروں کے حقوق کی پامالی سے انسان کیونکہ باز رہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور عقل وارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے۔ اسی ارادہ واختیار کی بنا پر انسان اپنے فعل وعمل پر مسئول بھی ہوگا قرآن پاک نے اسی آخرت کی مسئولیت واحتساب کو ذہن نشین کرانے کے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

**ولو شاء اللہ لجعلکم امة واحدة ولکن یضل من یشاء ویھدی من یشاءُ ولتسئلن عما کنتم تعملون .** (۱۸)

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے ہو۔''

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اُس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اپنے ہر فعل کا حساب انسان کو دینا پڑے گا جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی یہ اُس کی خام خیالی ہے۔

قرآن کریم نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ. (۲۰)**

''کیا انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ تو بے قید چھوٹا رہے گا۔''

حساب وکتاب کے لئے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال وافعال حساب وکتاب کے دوران اشکارا ہوں کوئی گوشۂ زندگی مخفی نہ ہو کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب وکتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرما دیا ہے۔

**وان علیکم لحافظین ٥ کراماً کاتبین ٥یعلمون ما تفعلو ن .(۲۱)**

''اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے، عمل لکھنے والے، تم جو کچھ کرتے ہو اُسے جانتے ہیں۔''

**مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید .(۲۲)**

''کچھ بات نہیں بولتا۔ مگر اس کے پاس ہی ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے۔''

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور بااثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بناء پر یہ سمجھے کہ میں معزز ومشرف ہوں اس لئے خداوند کریم مجھے آخرت کی بازپرس سے آزاد کرے گا۔ جیسا کہ یہود کہا کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہمیں سوائے چند دنوں کے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وہ چند دن بھی بچھڑے کی عبادت کی بناء پر ہوں گے ورنہ دوسرے اعمال کی بناء پر وہ اپنے آپ کو آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بری سمجھتے ہیں اور غیر یہودی کے حقوق غصب کرنا وہ اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں قرآن پاک نے یہودیوں کی خام خیالی کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

**وقالت ِ الیهود والنصریٰ نحن ابناؤُ اللّٰه واحباءُ ٥' .(۲۳)**

''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔''

**وقالو الن تمسنا النار الا ایاماًمعدو داۃ . (۲۴)**

''اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو ہرگز نہ لگے گی مگر گنے چنے چند روز۔''

**وقالو الیس علینا فی الامین سبیل . (۲۵)**

''انہوں نے کہا ہم پر اُمی لوگوں (غیر یہودیوں) کا حق لینے میں کچھ گناہ نہیں''

قرآن پاک نے یہودی ونصاریٰ اور اُن جیسے ذہن رکھنے والوں کے لئے واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب کے لئے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے نہ کسی کو مال بچائے گا نہ دولت نہ سفارش چلے گی اور نہ کثرت اولاد یعنی افرادی قوت آخرت کی مسئولیت واحتساب سے اسے بچا سکتی ہے جن باغیانہ ذہن رکھنے والوں کا یہ خیال ہو کہ ہم اس دنیا میں طاقت اور اثر والے ہیں آخرت میں بھی طاقت اور اثر والے ہوں گے انسانی حقوق کو غصب کرنے اور پامال کرنے پر آخرت کی مسئولیت واحتساب کو طاقت (اثر ورسوخ) افرادی قوت یا عزت وتکریم کی بناء پر ناکارہ بنا دیں گے وہ اپنے خیالی خوابوں کی دنیا میں بستے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے وہاں نہ کسی سرکردہ شخص کی سفارش چلے گی اور نہ مال ودولت اور رشوت کی بناء پر کوئی آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بچ سکتا ہے۔

**یوماً لاتجزی نفس شیاً ولا یقبل منھا شفاعة ولا یؤخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون ٥(٢٦)**

''اس دن کوئی شخص کسی کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی۔''

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں۔ اس لئے اس کی رنگینوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں۔ یہ زندگی چندروزہ اور مقام امتحان ہے اصل اور حقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس عارضی زندگی کے اعمال افعال پر ہوگا قرآنی اعلان ہے:

**وستردون الیٰ عالم الغیب والشھادة.(٢٧)**

''اور تم جلد اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے لوٹائے جاؤ گے۔''

**ان الینا ایابھم ٥ثم ان علینا حسابھم ٥(٢٨)**

''بے شک اُن کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے اور پھر ہمارے ذمہ اُن سے (ان کے اعمال کا) حساب لینا ہے۔''

آخرت کے بارے میں قرآنی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی محال نظر نہیں آتا کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب ایک ایسا زبردست انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا آخرت کی جواب دہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں کوئی بھی نہ ہو نافرمانی کی جرأت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام خفیہ اور اعلانیہ اعمال ومحرکات پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ اُن کو ریکارڈ کیا جاتا ہے معاشرے کی افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہوسکتا ہے۔ اور اس آخرت کی مسئولیت واختساب کے احساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ

کے زمانے میں رات کی تاریکی میں اور گھر کی چاردیواری میں ایکؓ نوجوان لڑکی کو والدہ نے فہمائش کی کہ دودھ میں پانی ملادیں تو لڑکی نے کہا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ کوئی دُودھ میں پانی نہ ملائے ماں جو کہ خارجی احتساب سے اپنے آپ کو تاریکی اور گھر کی چاردیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھی تھی، نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہوسکتا ہے وہ تو اس وقت اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے بیٹی جس کا دل آخرت کی مسئولیت واحتساب سے معمور تھا جواب دیتی ہے اگر امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور دودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا اور اسی آخرت کی جواب دہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں پورے دو/۲ سال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگر اُن کی عدالت میں کوئی بھی ایک مقدمہ پیش نہیں ہوا۔(۲۹) کیونکہ معاشرہ کا ہر فرد چاہے جس مقام کا تھا اپنے فرائض خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کررہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ قرآنی نظامِ مسئولیت واحتساب حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک زبردست ومؤثر قوت، نافذہ ہے اور ایک ایسا محافظ ہے کہ اگر انسانی معاشرے میں اس محرک کو اجاگر کیا جائے تو انسانی معاشرہ امن وسکون کی نعمت سے مالامال ہوسکتا ہے اور ہر انسان کے حقوق کو غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

## المراجع والمصادر


۱: القرآن الکریم ، سورة النحل ۱۲ : ۹۳

۲: القرآن الکریم ، سورة الاسراء ۱۷:۳۶

۳: القرآن الکریم ،سورة النساء ۴:۱۳۵

۴: مولانا محمد شفیع ، معارف القرآن ج ۲ ص ۵،۵۰(ادارة المعارف کراچی ) ۱۹۷۹ ء .

۵: سید محمد متین ہاشمی ، اسلامی حدود اور اُن کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب ، ص ۸۰ ( مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور )

۶: القرآن الکریم ، سورة العصر ۱۰۳ : ۱ تا ۳

۷: القرآن الکریم ،سورة الحجرات ۴۹ : ۹

۸: عبدالکریم زیدان ، الفرو الدولة فی شریعة اسلامیه ص ۴۸ (اتحاد العالم الاسلامی للمنظمات الطابیه)

۹: ابو الفداء اسماعیل بن عمر ، ابن کثیر ، البدایة والنهایه ج ۳ ص ۲۷۱ . ( دارالسعادة قاهره ) ۱۹۳۹ ء

۱۰: محمد بن جرید طبری مترجم محمد ابراهیم تاریخ طبری ج ۱ ص ۵۳۸ ، ۵۳۹ (نفیس اکیڈیمی کراچی ) اشاعت پنجم

۱۱: ایضاً ج ۳ ص ۲۵۶

۱۲ : القرآن الکریم ، سورۃ المائدہ ۵: ۴۲

۱۳ : القرآن الکریم ، سورۃ ص ۳۸ : ۲۶

۱۴ : القرآن الکریم ، سورۃ المائدہ ۴۸:۵۷

۱۵ : القرآن الکریم ، سورۃ المائدہ ۸:

۱۶ : محمد بن اسماعیل البخاری صحیح بخاری کتاب الا نبیاء باب ذکر اسامہ بن زید .

۱۷ : ابن اثیر الکا مل فی التاریخ ج ۳ ص ۴۰۱ (دار بیروت ) ۱۹۶۵ء .

۱۸ : القرآن الکریم ، سورۃ النحل ، ۱۶ : ۹۳

۱۹ :القرآن الکریم ، سورۃ الا سراء ۱۷ : ۳۶

۲۰ :القرآن الکریم ، سورۃ القامہ ۳۶:۷۵

۲۱ : القرآن الکریم ، سورۃ الا نفطار ۸۲: ۱۰ تا ۱۲

۲۲ :القرآن الکریم ، سورۃ ق ۱۸:۵۰

۲۳ :القرآن الکریم ، سورۃ المائدہ ۵ : ۱۸

۲۴ :القرآن الکریم ، سورۃ البقرہ ۲ : ۸۰

۲۵ :القرآن الکریم ، سورۃ العمران ۳: ۷۵

۲۶ :القرآن الکریم ، سورۃ ۲ : ۴۸

۲۷ :القرآن الکریم ، سورۃ التوبہ ۹:۱۰۵

۲۸ :القرآن الکریم ، سورۃ الغاشیہ ۸۸:۲۵ ،۲۶

۲۹ :محمد بن جرید طبری مترجم محمد ابراھیم . تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۱ ......

## ﴿اقوالِ زریں﴾

☆زبان اگر چہ تلوار......نہیں مگر تلوار سے......زیادہ تیز ہے

☆بات اگر چہ تیر......نہیں مگر تیر سے......زیادہ زخمی کرتی ہے

☆غصہ اگر چہ شیر......نہیں مگر شیر سے......زیادہ خوفناک ہے

☆نشہ اگر چہ سانپ......نہیں مگر سانپ سے......زیادہ خطرناک ہے

☆گناہ اگر چہ زہر......نہیں مگر زہر سے......زیادہ مہلک ہے